بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

مکتوب کناڈا
کناڈا کے مسلمان

اوروں نے لکھا ہے اور آپ نے بھی لکھدیا کہ یہاں کناڈا میں روزہ ہی کون رکھتا ہوگا، اس سے مجھے خیال ہوا کہ اس مرتبہ میں کناڈا کے مسلمانوں اور یہاں کے رمضان کی نسبت ہی گفتگو کروں تو بہتر ہے، اس سے آپ کی معلومات میں اضافہ بھی ہوگا اور خوشی بھی: اور اسی کو برہان میں شائع کردیجئے تو نظرات لکھنے سے چھٹکارا مل جائیگا، بات یہ ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اپنے ماننے والوں پر باہر کسی ملک میں آنے جانے یا آباد ہوجانے پر پابندی لگاتا نہیں ہے، بلکہ دنیا میں گھومنے پھرنے کی ترغیب دیتا اور لوگوں میں تبلیغ کا امر کرتا ہے اس لئے آج دنیا میں وہ کونسی جگہ ہے جہاں مسلمان آباد نہیں ہیں۔ غور کیجئے فلپائن جیسی جگہ میں مسلمان آبادی کے چار فی صد، یوگوسلاویا میں گیارہ فی صد اور البانیہ میں تو پچاس فی صد سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ کناڈا میں بھی مسلمان کافی اچھی تعداد میں آباد ہیں مگر چونکہ اس ملک کی آبادی منتشر اور پھیلی ہوئی ہے اس لئے مسلمان بھی کسی ایک جگہ نہیں، بلکہ کناڈا کے ہر علاقہ میں ہیں چنانچہ یہاں کے شہر اڈمونٹن (EDMONTON) میں انھوں نے ایک مسجد بھی بنالی ہے، اسی طرح یہاں کے مشہور زراعتی علاقہ وینی پیگ کے مسلمانوں نے ابھی کوئی پندرہ دن ہوئے ایک عمارت بنائی ہے اور اس کا نام اسلامک سینٹر رکھا ہے، پروفیسر اسمتھ اس سینٹر کا افتتاح کرنے ہوائی جہاز سے گئے تھے اور دو دن انھوں نے وہاں قیام کیا۔

کناڈا کا دار الحکومت اگرچہ اٹاوہ ہے جو یہاں سے ایک سو بیس میل ہے مگر صنعت و حرفت، تجارت اور تعلیم

کے لحاظ سے مونٹریل اس ملک کا سب سے بڑا اور نہایت خوبصورت و پُر رونق شہر ہے، دسیوں بیسیوں مختلف تعلیمی اداروں کے علاوہ پاس پاس دو عظیم الشان یونیورسٹیاں ہیں جن میں دس دس ہزار طلبا اور طالبات تعلیم پاتے ہیں، ایک مونٹریل یونیورسٹی جس میں ذریعہ تعلیم فرانسیسی زبان ہے اور دوسری مک گل یونیورسٹی جس سے میرا تعلق ہے اس میں ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے، مسلمان طلبا ان دونوں یونیورسٹیوں میں آتے تھے اور تعلیم سے فارغ ہو کر چلے جاتے تھے، اب سے سات آٹھ برس پہلے تک یہاں مستقل آباد کوئی اِکا دُکا مسلمان ہو تو ہو، کچھ زیادہ تعداد میں نہیں تھے، لیکن ابھی گذشتہ چند برس میں یہ تعداد ڈھائی سو تک پہونچ گئی ہے۔ ان میں عرب، ترک، افریقی اور پاکستان و ہندوستان کے مسلمان ہیں جنھوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی ہے۔ ان کے ذرائع معاش مختلف ہیں۔ بعض حکومت کے دفاتر میں اچھے اور ممتاز عہدوں پر ہیں، کچھ تجارت کر رہے ہیں، بعض کارخانوں، کمپنیوں یا کسی یونیورسٹی، کالج یا اسکول میں ملازم ہیں، کسی کا ذریعۂ معاش، ڈاکٹری، وکالت، یا اسی قسم کا کوئی آزاد پیشہ ہے، یہاں کے سرکاری شفاخانوں میں بھی مرد تو مرد مسلمان خواتین تک ڈاکٹر ہیں، اس تعداد میں کناڈا کے وہ اصل اور دیرینہ باشندے بھی شامل ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں، چونکہ یہاں کی سوسائٹی آزاد اور خوشحال ہے اس لئے کوئی کسی قسم کے دباؤ یا لالچ سے تو مسلمان ہوتا نہیں ہے جو اسلام قبول کرتا ہے دل سے کرتا ہے اور بڑی حد تک اعمال و افعال کے اعتبار سے مسلمان ہوتا ہے، پھر بڑی بات یہ ہے کہ اُس کے خاندان والے یا اُس کے دوست احباب اُس سے کوئی تعصب نہیں برتتے، ان لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات اُسی طرح برقرار رہتے ہیں، اُوپر جو تعداد لکھی ہے اُس میں وہ طلبا بھی شامل ہیں جو یہاں تعلیم پا رہے ہیں، موجودہ حالات اور رجحان کے مطابق ان میں اکثر تو ایسے ہوں گے جو تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن لوٹ جائیں گے۔ مگر کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کو کوئی نوکری مل جائیگی اور وہ یہیں شادی بیاہ کر کے رچ بس جائیں گے۔

ہمارے ہاں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ مغربی ممالک میں جو نوجوان تعلیم کے لئے جاتے ہیں یا جو لوگ وہیں رہ پڑتے ہیں وہ اگر ملحد و زندیق نہیں تو بے دین ضرور ہو جاتے ہیں اور یہاں کی تہذیب اور ماحول میں اس طرح جذب ہو جاتے ہیں کہ مذہب سے اُن کا رابطہ برائے نام ہی رہ جاتا ہے، یہ خیال بلاشبہ ایک

زمانہ میں تو (جو ایشیائی ملکوں کی آزادی سے پہلے کا ہے) درست تھا مگر وہ بھی کلی طور پر نہیں محض اکثریت کے لحاظ سے، لیکن آج حالات اُس کے برعکس ہیں، پہلے اکثریت بے دینوں کی ہوتی تھی تو آج اکثریت ان مسلمانوں کی ہے۔ بوڑھے ہوں یا جوان، مرد ہوں یا عورتیں، جن کو اسلام سے واقعی گہرا تعلق ہے اور جو اپنے مسلمان ہونے پر کسی احساسِ کمتری کا شکار نہیں بلکہ اُس پر اُن کو فخر ہے، یہ تبدیلی خود بخود یونہی نہیں پیدا ہوگئی ہے بلکہ میرے خیال میں اُس کے اسباب حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ملکوں کی آزادی و خود مختاری:۔ غلامی میں انسان کی تمام صلاحیتیں اور جذبات دبے رہتے ہیں۔ آزادی میں یہ سب بیدار ہوتے ہیں تو مذہبی شعور بھی اُبھرتا ہے اور وقت کی رفتار کے ساتھ مضبوط اور قوی ہوتا رہتا ہے، بشرطیکہ اس کو مناسب اور صحت بخش آب و ہوا ملے۔

(۲) اسلامی ملکوں میں نیشنلزم کا زور:۔ یہ نیشنلزم جو مغرب کے راستہ سے آیا ہے اسلام کی عالمگیر اخوت و برادری سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن اس کا فائدہ یہ ضرور ہے کہ قوم میں انفرادیت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور اپنے ماضی کے ورثہ کی حفاظت میں زیادہ سرگرم اور مستعد ہو جاتی ہے، اور ظاہر ہے، ایک مسلمان قوم کے لئے اُس کی ماضی کا سب سے بڑا ورثہ اور سرمایہ اسلام ہی ہے، اس لئے اس کے جذبۂ فخر طلبی کے لئے اگر کوئی چیز سب سے زیادہ سرمایۂ تسکین و تشفی ثابت ہوگی تو اسلام کی اعلیٰ تعلیمات، اُس کی عظیم الشان تاریخ، اور اُس کی بلند و برتر ثقافت اور تہذیب ہی ہوگی، ایک زمانہ تھا کہ مصر نے فراعنہ اور ایران نے جمشید و کیکاؤس پر فخر کرنا شروع کیا تھا مگر وہ نیشنلزم کے عہدِ طفولیت کی غلط اندیشی کا نتیجہ تھا۔ آج مصر اور ایران کے لوگوں سے میری بات چیت ہوتی ہے تو وہ بتاتے ہیں کہ اب یہ دَور ختم ہوگیا ہے، چنانچہ حال میں مصر کی بعض کتابیں میں نے پڑھی ہیں تو اُن سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین میں جو انقلاب" جنبش زیر لب" کی شکل میں نظر آتا ہے یہ بھی اُسی کا نتیجہ ہے۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ آج کمیونزم کی ضد پر امریکہ مذہب کا سب سے بڑا حامی و ناصر بنا ہوا ہے، آپ ہندوستان میں بیٹھکر اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ گذشتہ چند برسوں میں امریکہ میں یا امریکہ کے روپیہ سے دوسرے

ملکوں میں اسلام پر، عیسائیت پر، نفس مذہب پر، اور خدا کے وجود پر کس قدر اہم اور کس کثیر تعداد میں لٹریچر شائع ہوا ہے۔ اور یہ سلسلہ بڑی تیزی کے ساتھ برابر جاری ہے اور یہ واقعہ ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی میں روس کو برتری ہو تو ہو لیکن جہاں تک دنیا کی رائے عامہ کو ہموار کرنے کا تعلق ہے، اس میدان میں امریکہ نے غریب ملکوں کی نہایت فیاضانہ مالی مدد کر کے اور دوسری طرف مذہبی لٹریچر شائع کر کے کمونزم کو شکست دے دی اور اس سیلاب بلا کو ذہنی طور پر آگے بڑھنے سے روک دیا ہے، اللہ اکبر! سرمایہ بھی کیا چیز ہے؟ اس کو دیکھ کر مقاماتِ حریری کا وہ مشہور مصرعہ یاد آتا ہے:۔ "ولولا التقی لقلت جلت قدرتہ"

علاوہ ازیں اسلامی ملکوں میں اسلامی اور تبلیغی جماعت جیسی جماعتیں جو کام کر رہی ہیں اور جدید تعلیم یافتہ گروہ کے بعض اربابِ قلم نے انگریزی اور دوسری مغربی زبانوں میں اسلام پر جو کتابیں لکھی ہیں ان سب کا مجموعی اثر یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہر جگہ اور ہر ملک میں اسلامی زندگی کی قدروں کا معتقدانہ احساس پیدا ہو رہا ہے اور اس لئے اب جو مسلمان مغربی ممالک میں آتے ہیں وہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے بقول "مغلوب گمان" بہتر ہوتے، بلکہ اس جزم و یقین کے ساتھ آتے ہیں کہ

"خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے"

یہ اسباب میں نے مختصراً لکھ دیئے ہیں، انشاء اللہ ایک مستقل مقالہ میں ان پر تفصیل سے گفتگو کروں گا۔

اس خوشگوار اور حوصلہ بخش تبدیلی سے کناڈا بھی مستثنیٰ نہیں ہے، یوں تو اچھے برے، دیندار، اور بے دین کس جگہ اور کس سوسائٹی میں نہیں ہوتے، چنانچہ یہاں بھی ہیں، لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اکثریت دین داروں یا کم از کم دین کا احترام کرنے والوں کی ہے، مونٹریل کے مسلمانوں نے ایک "اسلامک سنٹر" قائم کر رکھا ہے، جو بچوں اور بچیوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کرتا ہے، گذشتہ سال تک ایک نوجوان مسلمان امریکن خاتون تھیں جو ایک عرب نوجوان کی بیوی تھیں دونوں میں تبلیغ و تعلیم اسلام کا بڑا جوش اور ولولہ تھا۔ موصوفہ خود اسکولوں میں جا کر مسلمان بچوں اور بچیوں کو دینی تعلیم دیتی تھیں، اب میاں بیوی دونوں یہاں سے چلے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی تقریبات، نمازِ جمعہ، رمضان کا نقشہ افطار و سحر اور اس سلسلہ کے مسئلے مسائل اور عید کی نماز اور اس کے بعد پارٹی وغیرہ کا اہتمام بھی سنٹر کرتا ہے یہ جس ڈبلیو. بی ہم

اس کے باقاعدہ عہدہ دار اور کارکن ہیں، اس مرتبہ سنٹر نے رمضان و عید کے سلسلہ میں جو کچھ اعلانات کئے ہیں وہ مجھ سے پوچھکر اور میرے مشورہ سے کئے ہیں اس لئے جب کوئی بات ہوتی ہے لوگ خود آکر یا فون کے ذریعہ مجھ سے ہی پوچھتے ہیں۔

اب یہ مسلمان مسجد بنانے کی فکر میں ہیں۔ اس سلسلہ میں اب تک پانچ ہزار ڈالر جمع ہو چکے ہیں، پاکستان کے صدر ایوب اور مصر کے صدر جمال عبدالناصر سے بھی اس کے لئے تحریک کی گئی تھی، دونوں نے بڑی خوشی سے امداد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ مسجد کے لئے کوئی مناسب زمین مل گئی تو امید ہے تعمیر کا کام جلد شروع ہو جائے گا۔ مسجد چھوٹی موٹی نہیں، بلکہ اچھی بڑی اور شاندار بنانے کا عزم ہے۔ مسجد نہ ہونے کے باعث جمعہ کی نماز انسٹیٹوٹ کے کامن روم میں ہوتی ہے جس میں پروفیسر محمد مجیب کے ہاتھ کا بنا ہوا ایک نمازی کا لکڑی کا مجسمہ بھی رکھا ہوا ہے گذشتہ سال انسٹیٹوٹ میں تین ماہ کے لئے آئے تھے تو بنا کر دے گئے تھے۔ موصوف کا یہ کمال مجھے یہیں آکر معلوم ہوا، اور عید کی نماز اگر اتوار کا دن نہ ہو تو کسی گرجا میں ہوتی ہے، وہ لوگ بڑی خوشی سے دیدیتے ہیں۔ آبادی کے اعتبار سے ان نمازوں میں اگرچہ صفیں کم ہی ہوتی ہیں، لیکن یہ اسلام کی عالمگیری کا نمونہ ہوتی ہیں۔ اس میں ایشیا افریقہ، یورپ اور امریکہ غرض دنیا کے ہر خطہ کا ہی مسلمان ہوتا ہے پھر ان میں مقلد اور غیر مقلد، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی یہاں تک کہ سُنی اور شیعہ کی بھی کوئی تفریق نہیں۔ سب اپنے اپنے مسلک کے مطابق ایک ساتھ ہی نماز پڑھتے ہیں۔ نماز سے قبل کوئی قرآن مجید کی تلاوت پندرہ منٹ تک کرتا ہے، اُس کے بعد خطبہ انگریزی میں قرآن مجید کی کچھ آیات اور درود و سلام کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر نماز ہوتی ہے۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے ہی عصر کی نماز جماعت سے پڑھ لیتے ہیں، میں اور چند اور لوگ اس میں شریک نہیں ہوتے، ہم اپنی سُنتیں پڑھتے ہیں۔

امامت اور خطبہ کا فریضہ ہم تین آدمیوں کو جو انسٹیٹوٹ سے ہی تعلق رکھتے ہیں باری باری انجام دینا ہوتا ہے۔ ایک انڈونیشیا کے ڈاکٹر رشیدی۔ دوسرے قاہرہ کے ڈاکٹر حسینی اور تیسرا میں۔ میرے جیسے ایک دو کو مستثنیٰ کرکے نماز سب برہنہ سری پڑھتے ہیں۔

اب رمضان کا مقدس مہینہ آیا تو مسلمانوں میں ایک چہل پہل شروع ہوگئی۔ رویت ہلال کا تو اس

موسم میں امکان کم ہی ہوتا ہے، اس لئے سرکاری رصدگاہ سے دریافت کرنے کے بعد رمضان کے آغاز و اختتام کے دن اور تاریخ اور عید کی نماز وغیرہ کا اعلان اسلامک سنٹر کی طرف سے پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ صحیح علم تو خدا کو ہی ہے۔ لیکن میرا اندازہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے والے روزہ خوروں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں، چونکہ نہ مسجد ہے اور نہ کوئی حافظ اس لئے پروگرام یہ بنا کہ باری باری سے ہر جمعہ کو کسی کے مکان پر افطار اور کھانے کے بعد اجتماع ہو اور وہاں تراویح پڑھی جائیں، چنانچہ لوگوں نے نام پیش کئے اور اُس کا اعلان ہو گیا، اس کے علاوہ ایک نہایت مخیر اور با اثر مسلمان حبیب اللہ خاں صاحب ہیں۔ انھوں نے ہر اتوار اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ موصوف کے ہاں صرف تراویح نہیں تھی، بلکہ نہایت مکلّف افطار اور کھانے کا بھی انتظام تھا۔ اس طرح ہفتہ میں دو دن تراویح ہو جاتی تھیں، یہاں چونکہ سوسائٹی مخلوط ہے اس لئے مَردوں کے ساتھ خواتین بھی افطار کھانا۔ نماز اور تراویح ہر ایک چیز میں برابر شریک ہوتی ہیں۔ البتہ نماز میں ان کی صف ایک کمرہ میں مَردوں سے الگ ہوتی ہے۔ نماز اور تراویح میں امامت ڈاکٹر رشیدی میں اور مجھ میں منقسم رہتی ہے۔ تراویح سے فارغ ہو کر سب ایک کمرہ میں نہایت ادب اور قرینہ سے بیٹھ جاتے ہیں اور ڈاکٹر رشیدی مصری قرأت میں اور بعض اور حضرات آدھے پون گھنٹہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اس کے بعد گپ شپ، ہنسی مذاق اور شعر و شاعری کا دَور شروع ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی صاحب خانہ کی طرف سے مختلف مشروبات و ماکولات سے نہایت پُر تکلف تواضع کی جاتی ہے، گیارہ ساڑھے گیارہ بجے یہ مجمع منتشر ہوتا ہے چونکہ ہر مستقل شہری کے پاس موٹر کار ہے اس لئے پچیس تیس میل دور تک سے ارباب ذوق آتے ہیں اور ان اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں، تراویح جس ذوق و شوق سے پڑھتے اور قرآن جس توجہ اور محویت سے سُنتے ہیں اُس کو کوئی غیر دیکھے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہے، اس سلسلہ میں ابھی اور بہت سی باتیں کہنے کی ہیں، مگر خط میں اُن کی گنجائش کہاں! انہیں سفرنامہ کے لئے اٹھا رکھتا ہوں، خدا حافظ!

رہنمائے قرآن

اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو سمجھنے کیلئے اپنے انداز کی یہ بالکل جدید کتاب ہے جو خاص طور پر غیر مسلم یورپین اور انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے لکھی گئی ہے۔

جدید ایڈیشن۔ قیمت ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:- مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی